12

دین کی خدمت کے لیے مالی اور جانی قربانیوں کا مطالبہ ہمیشہ اور ہر آن ہوتا رہے گا

(فرمودہ 31 مارچ 1944ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مجھے اترسوں شدید پیچش کی شکایت ہو گئی تھی جس سے خون کے دست بھی آتے رہے اور گو کل سے اس میں افاقہ ہے لیکن ابھی بخار روزانہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اب بھی ہے۔ چنانچہ ابھی آتے ہوئے تھرمامیٹر لگا کر مَیں نے دیکھا تھا۔ اس کے علاوہ آج مجھے گُردے کے مقام پر درد بھی ہو گیا۔ ان وجوہ کے ماتحت میں آتو نہیں سکتا تھا لیکن میرے دل نے گوارا نہ کیا اور یہی فیصلہ کیا کہ چاہے بیٹھ کر مجھے خطبہ دینا پڑے اور خواہ بعد میں تکلیف بڑھ جائے پھر بھی خود جا کر مجھے خطبہ پڑھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد جو کام کیا ہے وہ اتنا اہم اور اتنا عظیم الشان ہے کہ اُس کے لیے جتنی بھی قربانی جماعت کو کرنی پڑے درحقیقت وہ کام اس کا مستحق ہو گا اور جتنی بھی قربانی ہم کریں درحقیقت وہ قربانی اس فضل سے کم ہی رہے گی جو اللہ تعالیٰ نے یہ کام ہمارے سپرد کر کے ہم پر کیا ہے۔ مَیں تو حیران رہ جاتا ہوں اور میری عقل دنگ ہو جاتی ہے جب

مَیں سوچتا ہوں کہ آخر اللہ تعالیٰ نے یہ کام ہمارے سپرد کیوں کیا۔ ہم سے زیادہ صحت مند لوگ دنیا میں موجود تھے، ہم سے زیادہ مال رکھنے والے لوگ دنیا میں موجود تھے، ہم سے زیادہ بظاہر نمازیں پڑھنے والے لوگ دنیا میں موجود تھے، ہم سے زیادہ بظاہر روزے رکھنے والے لوگ دنیا میں موجود تھے، ہم سے زیادہ تسبیحیں پھیرنے والے اور اپنی زندگیوں کو خلوت کی حالت میں خدا تعالیٰ کی یاد میں گزار دینے والے لوگ دنیا میں موجود تھے۔ آخر خدا نے ہم کو جو اس کام کے لیے چُنا تو کوئی خوبی اللہ نے ہی دیکھی ہو گی ورنہ ہمیں تو وہ نظر نہیں آتی۔ مَیں تو سمجھتا ہوں کہ یہ محض اُس کا احسان ہے کہ اس نے یہ عظیم الشان کام ہمارے سپرد کیا۔ یعنی ایسا کام جو دنیا کی مختلف اقوام گزشتہ کے کاموں سے بڑھ کر ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کی اتباع اور مماثلت کا ہے۔ ہم حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں کی قربانیاں دیکھتے ہیں تو حیرت آجاتی ہے کہ کس طرح وہ پیدل چلتے ہوئے ایشیا سے لے کر یورپ تک تبلیغ کے لیے نکل گئے۔ وہ پھانسیوں پر چڑھ گئے اور انہوں نے ہر قسم کے دکھ نہایت خوشی اور بشاشت سے برداشت کیے۔ بغیر اس کے کہ کوئی انجمن ہو، بغیر اس کے کہ اُن میں تنظیم ہو، بغیر اس کے کہ انہیں روپیہ کی سہولت حاصل ہو، وہ بھیک مانگتے اور لوگوں کو تبلیغ کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دنیا میں عیسائیت کے نام کو پھیلا دیا۔

ہم حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھیوں کو دیکھتے ہیں۔ ایک زبردست بادشاہ کا انہوں نے مقابلہ کیا اور گو انہوں نے کمزوریاں بھی دکھائیں مگر پھر بھی اُن کا نمونہ نہایت شاندار ہے۔ فرعون جیسا طاقتور بادشاہ جس نے اردگرد کی تمام حکومتوں کو زیر نگین کر لیا تھا، جس سے ایران تک ڈرتا تھا، جس سے یورپ تک خائف تھا۔ ایسے بادشاہ کے مقابلہ میں وہ ہمت سے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور غیر معیّن وعدوں پر حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ چل پڑے اور چالیس سال تک جنگلوں میں پھرتے رہے۔ ہم تو دیکھتے ہیں ہم نے صرف چالیس دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر غلبۂ اسلام کے لیے لوگوں کو دعا کرنے کی تحریک کی۔ پھر بھی قادیان میں سے کتنے تھوڑے لوگ ہیں جو التزام کے ساتھ وہاں دعا کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ چالیس دن کی دعا اور چالیس سال تک

جنگلوں میں بھٹکتے پھرنا کیا اِن دونوں میں کوئی بھی نسبت ہے؟ لیکن اُن لوگوں نے ایسا کر کے دکھا دیا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں اَور انبیاء جو بنی اسرائیل میں ہوئے یا اَور ممالک میں پیدا ہوئے ان کے ساتھیوں نے بھی حیرت انگیز قربانیاں کیں۔ ہندوستان میں ہی حضرت کرشن علیہ السلام کے ساتھیوں نے ایک بھاری جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں متواتر قربانی کی اور اپنی جانیں حضرت کرشن علیہ السلام کے حکم پر نثار کر دیں۔ حالانکہ اس میں ان کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں تھا بلکہ ان کے لیے ایک ابتلاء اور ٹھوکر کا مقام تھا۔ کیونکہ حضرت کرشنؑ جس شخص کی تائید کے لیے کھڑے ہوئے تھے، وہ ان کا ایک رشتہ دار تھا۔ پس وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ لڑائی اپنے ایک رشتہ دار کے لیے کی جا رہی ہے ہم اس میں کیوں حصہ لیں۔ مگر انہوں نے اس بات کی کوئی پروا نہ کی۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے لوگ جمع ہوئے اور ان کے ساتھ مل کر دشمن سے جنگ کرتے رہے۔ دشمن زبردست تھا، وہ اپنی طاقت اور تعداد میں زیادہ تھا۔ مگر پھر بھی ایک لمبے عرصہ تک وہ اپنی جانوں کو ان کے حکم پر قربان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پانسہ پلٹ دیا اور حضرت کرشنؑ اور ان کے ساتھیوں کو فتح ہوئی۔

ہم حضرت زرتشتؑ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھتے ہیں تو انہوں نے بھی اس قدر قربانیاں کی ہیں کہ دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ حالانکہ اُس زمانہ میں لوگوں کو وہ سہولتیں میسر نہیں تھیں جو اِس زمانہ میں میسر ہیں۔ اب نہ جان دینے کا مطالبہ ہوتا ہے، نہ وطن چھوڑنے کا مطالبہ ہوتا ہے۔ صرف چند سالوں کے لیے ایک مبلغ باہر جاتا ہے اور ان چند سالوں کے لیے بھی اُسے اِس قدر سہولتیں میسر ہوتی ہیں کہ ڈاک جاری ہوتی ہے، ہوائی جہازوں سے خط آتے جاتے ہیں، تاریں آجاتی ہیں، وہ بیمار ہو تو چند گھنٹوں کے اندر اندر اطلاع پہنچ جاتی ہے، اُس کے بیوی بچے بیمار ہوں تو چند گھنٹوں میں اُسے اطلاع ہو جاتی ہے۔ کوئی موت ہو تو اُس کی فوراً اطلاع بھجوا دی جاتی ہے، اُس کے گھر میں کوئی مصیبت آئے تو سلسلہ ایک حد تک اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے روپیہ بھی خرچ کرتا ہے۔ کوئی بیمار ہو تو جماعت کے ڈاکٹر علاج کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ غرض اِس زمانہ میں کئی قسم کے آرام اور کئی قسم کی سہولتیں لوگوں کو میسر ہیں۔

مگر وہ زمانہ جب پہلے انبیاء کی امتوں نے قربانیاں کیں ایسا زمانہ تھا کہ اُس وقت ان سہولتوں میں سے کوئی سہولت بھی میسر نہ تھی۔ نہ ڈاک کا انتظام تھا، نہ تار کا انتظام تھا، نہ شفاخانوں کا انتظام تھا، نہ خرچ کا انتظام تھا۔ بس ان کے دل میں تبلیغ کا خیال آتا اور وہ اُسی وقت اٹھ بیٹھتے اور سینکڑوں ہزاروں میل پیدل سفر طے کرتے ہوئے غیر ملکوں میں تبلیغ کے لیے نکل جاتے۔ یہ قربانیوں کا نمونہ ایسا شاندار ہے کہ ہم جب اس نمونہ کو دیکھتے اور اس کے مقابلہ میں اپنی قربانیوں کو رکھتے ہیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کا قائمقام اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیوں بنا دیا۔ درحقیقت ہمیں صحابہؓ کا قائمقام بنانا ہی ہمیں اپنے نفس میں شرمندہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ بعض دفعہ کسی شخص کو شرمندہ کیا جاتا ہے تو کوئی بھاری کام اُس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ وہ شخص بڑا ہو گیا۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو بڑا سمجھا کرتے تھے لو اب ایک بڑا کام ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں تم اِس کو کر کے دکھاؤ۔ ایسے آدمی میں اگرچہ شرافت ہوتی ہے، ایسے آدمی میں اگر ایمان ہوتا ہے تو وہ اُسی وقت اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر جاتا اور اس سے عاجزانہ دعا کرتا ہے کہ الٰہی تُو نے مجھے اس ابتلاء میں تو ڈال دیا اب اپنے فضل سے میری عزت رکھ لے اور میرے ہاتھوں سے یہ کام کرا دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعدوں کو دیکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کو دیکھتے ہوئے جو ہمارے ساتھ ہے، ہمیں یقین ہے کہ یہ ابتلاء ٹھوکر والا ابتلاء نہیں بلکہ اس کے ذریعہ ہمارے لیے کوئی بہت بڑی فضیلت مقدّر ہے۔ کیوں مقدّر ہے؟ شاید اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ پہلی قومیں ایسی تھیں جنہوں نے قربانیاں کر کے فتح حاصل کی۔ باوجود اس کے کہ ان کے بانی شروع میں کمزور تھے، دنیا ان کی مخالف تھی اور سخت سے سخت تکلیفیں اور مصیبتیں ان کو پیش آئیں۔ مگر چونکہ ان کی جماعتوں نے بڑی بڑی قربانیاں کیں اس لیے دنیا نے کہا بے شک وہ نبی کمزور تھے، فتح کے سامان ان کے پاس نہیں تھے مگر چونکہ انہیں ایسی جماعتیں مل گئیں جو قربانیاں کرنے والی تھیں اِس لیے انہیں فتح حاصل ہو گئی۔ اگر ایسی قربانی کرنے والی جماعتیں اُن کو میسر نہ آتیں تو ان کو فتح اور کامیابی بھی حاصل نہ ہوتی۔ پس چونکہ دنیا نے یہ اعتراض کیا اس لیے شاید اللہ تعالیٰ اپنے

آخری موعود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں دنیا کو یہ دکھانا چاہتا ہے کہ لو بغیر جماعت کی خاص قربانیوں کے اور بغیر ترقی کے خاص سامانوں کے ہم اپنی طاقت اور قدرت سے ہی کام کر کے دکھا دیتے ہیں۔ لیکن بہر حال خواہ جماعت کی قربانیوں کے بغیر یہ کام ہو۔ چونکہ یہ کام ہمارے ہاتھوں سے ہو گا اس لیے ہمیں عزت ضرور مل جائے گی اور مفت میں ہمیں ثواب حاصل ہو جائے گا۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے ایک تنکے سے خدا تعالیٰ کشتیوں کا کام لے لے۔ بے شک ایک تنکا اپنی ذات میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ لیکن جس تنکے میں خدا تعالیٰ یہ طاقت پیدا کر دے کہ وہ سہارا دے کر لوگوں کو دریا سے گزار دے اُس میں بھی ایک خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں بھی ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر وہ تنکا دنیا میں محفوظ ہو تو یقیناً ہزاروں میل سے لوگ اس کی زیارت کرنے کے لیے آئیں۔ اِسی طرح ہمارے ہاتھ سے اگر یہ کام ہو جائے تو ہماری مثال گو ایک تنکے کی سی ہو گی لیکن چونکہ خدا کا کام ہمارے ہاتھ سے ہوا ہو گا اِس لیے ہمارا وجود خدا تعالیٰ کی کرامت اور اس کی قدرت اور اس کی رحمت کا ایک مورد اور ذریعہ ہونے کی وجہ سے دنیا میں ایک نشان بن جائے گا۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کُرتہ نشان تھا جس پر سرخی کے چھینٹے پڑے اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ بقیہ کپڑے نشان ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔[1] یہ صاف بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کُرتہ قربانی نہیں کر رہا تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاجامہ قربانی نہیں کر رہا تھا بلکہ قربانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کر رہے تھے۔ وہ سوز و گداز سے بھری ہوئی دعائیں جو عرش سے ٹکرا رہی تھیں، وہ خدا کے نام کی اشاعت اور اس کی بلندی کے لیے دن رات کی کوششیں جو دنیا میں ہو رہی تھیں، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو پھیلانے اور آپ کی عظمت سے دنیا کو روشناس کرانے کے لیے جدوجہد جو اِس عالَم میں جاری تھی وہ تمام جدوجہد، وہ تمام کوشش اور وہ تمام قربانی کُرتہ نہیں کر رہا تھا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود کر رہے تھے۔ وہ رات دن کی کوفت جو مختلف علمی کتب لکھنے سے آپ کو ہوئی، وہ مخفی علوم جو آپ دنیا پر ظاہر کر رہے تھے،

وہ چُھپے ہوئے خزانے جن کو آپ زمین سے باہر نکال رہے تھے، وہ دولتیں جن پر لوگوں کے بخل کی وجہ سے زنگ لگ گیا تھا اور وہ سکّے جن پر اس قدر میل جم چکی تھی کہ وہ پہچانے تک نہیں جاتے تھے اُن کو صاف کرنے اور دنیا میں پھیلانے اور لوگوں کے گھروں میں وہ مال و دولت پہنچانے اور ان کی روحانی غربت و افلاس کو دور کرنے اور انہیں ایمان کی دولت سے مالا مال کرنے کا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کر رہے تھے۔ آپ کا کُرتہ یا پاجامہ یہ کام نہیں کر رہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ گویا جس نے یہ کام کیا اُس کے جسم کے ساتھ لگا ہوا کُرتہ، اُس کی ٹانگوں کے ساتھ لپٹا ہوا پاجامہ، اُس کے سر پر رکھا ہوا عمامہ، اس کی جیب میں پڑا ہوا رومال اور اس کے پاؤں میں پڑی ہوئی جُوتی بھی برکت والی ہوگئی۔ کیونکہ جس شخص سے خدا نے کام لیا یہ چیزیں اُس کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم اس کام کے مستحق نہیں، ہم اس کام کے اہل نہیں، ہم میں وہ خوبیاں نہیں جو اعلیٰ جماعتوں میں پائی جانی چاہییں۔ مگر چونکہ خدا نے ہمیں ایک درجہ دے دیا ہے اس لیے اس کام کے ہونے کی وجہ سے ہمیں وہ برکات ملنی ضروری ہیں جو برکات ایسے کاموں سے وابستہ ہوتی ہیں۔ لیکن بہر حال ہمارے لیے ان برکات کے حصول کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وابستہ ہونا ضروری ہے۔ دیکھو وہی کُرتہ برکت پا گیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسم سے جاملا۔ اُسی پاجامہ نے برکت حاصل کی جو آپ کی ٹانگوں میں لپٹا رہا۔ اُسی پگڑی نے برکت حاصل کی جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہنا۔ وہی کلاہ عزت کا مستحق ہوا جو آپ کے سر پر رہا، اُسی ٹوپی نے عزت حاصل کی جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے سر پر رکھا، وہی رومال برکت حاصل کر گیا جو آپ کی جیب میں پڑا رہا اور وہی جُوتی برکت والی قرار پائی جو آپ کے پاؤں میں رہی۔ پس برکت حاصل کرنے کے لیے کم سے کم اتنا لگاؤ کا ہونا تو ہمارے لیے ضروری ہے جس طرح کُرتہ آپ کے جسم سے چمٹا رہا، جس طرح پاجامہ آپ کی ٹانگوں سے لپٹا رہا، جس طرح رومال آپ کی جیب میں پڑا رہا، جس طرح عمامہ آپ کے سر پر دھرا رہا، جس طرح جُوتی آپ کے پاؤں میں پڑی رہی۔ اسی طرح ہمارا فرض ہے کہ اگر ہم الٰہی برکات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم

دھونی رما کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گرد بیٹھ جائیں۔ اگر ہم اپنے آپ میں کُرتے جیسی وابستگی پیدا کر لیں، اگر ہم اپنے آپ میں پاجامے جیسی وابستگی پیدا کر لیں، اگر ہم اپنے آپ میں ٹوپی جیسی وابستگی پیدا کر لیں، اگر ہم اپنے آپ میں کلاہ جیسی وابستگی پیدا کر لیں، اگر ہم اپنے آپ میں عمامہ جیسی وابستگی پیدا کر لیں، اگر ہم اپنے آپ میں رومال جیسی وابستگی پیدا کر لیں، اگر ہم اپنے آپ میں جُوتی جیسی وابستگی پیدا کر لیں تبھی ہم برکتوں کے مستحق ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ بے شک ایک کُرتہ میں ذاتی طور پر کوئی برکت نہیں ہو سکتی۔ مگر چونکہ وہ کُرتہ آپ کے جسم سے لپٹا رہا اس لیے برکت حاصل کر گیا۔ اسی طرح خواہ ہماری جماعت میں کس قدر کمزوریاں پائی جاتی ہوں جو لوگ مجازی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ لپٹے رہیں گے وہ برکت حاصل کر لیں گے۔ اور جو لوگ آپ کے ساتھ نہیں لپٹیں گے وہ برکت حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اول تو ہر شخص کو اپنے اندر ایسی خوبی پیدا کرنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی برکات اور اس کے انوار کو حاصل کر سکے اور خود اس کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی رحمت کا ایک نشان بن جائے۔ لیکن جو شخص یہ خوبی اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا اسے کم سے کم کُرتہ اور پاجامہ اور رومال اور عمامہ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ لپٹا تو رہنا چاہیے۔ ورنہ وہ ان برکات کو کس طرح حاصل کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہیں۔

مَیں نے بتایا ہے کہ ہمارے سپرد جو کام کیا گیا ہے وہ نہایت ہی اہم ہے اور ایسے زمانہ میں یہ کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے جب دہریت اور عیش پرستی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ سائنس کے ذریعہ اسلام پر نئے نئے حملے کیے جا رہے ہیں اور ایمان کے خلاف دنیا میں ایک شدید زہریلی ہوا جاری ہے۔ دوسری طرف ظلم یہ ہو رہا ہے کہ آدھی دنیا دوسری آدھی دنیا پر حکومت کر رہی ہے اور لوگ مجبور ہیں کہ غلامی کی زندگی بسر کریں۔ پہلے زمانوں میں دس، بیس یا پچاس غلاموں پر حکومت کی جاتی تھی مگر آج وہ زمانہ ہے جب آدھی سے زیادہ دنیا غلام ہے۔ یورپ اور امریکہ اور دوسری فاتح قومیں جن کے ماتحت اَور ممالک ہیں چالیس پچاس کروڑ سے زیادہ نہیں ہیں بلکہ اس سے کچھ کم ہی ہیں۔ لیکن باقی دنیا کی آبادی ڈیڑھ ارب لوگوں پر مشتمل ہے۔

جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر بچہ، ہر عورت اور ہر بوڑھا تین تین آدمیوں کو غلام بنائے بیٹھا ہے۔ تمام ایشیا، تمام افریقہ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ، تمام جزائر اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ سارے کے سارے غلامی اور ماتحتی میں اپنی زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔ ان سارے حالات کو بدلنا اور محبت سے، پیار سے، نیکی سے، رأفت سے اور شفقت سے لوگوں کی اصلاح کرنا ہمارا کام ہے۔ کیا یہ کوئی معمولی کام ہے جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے؟ دنیا میں کونسی قوم ہے جس نے ایسا کام کیا ہو؟ کوئی قوم ایسی نہیں جس کے سپرد اتنا بڑا کام کیا گیا ہو جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ پس جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ دنیا کی سب قوموں کے کاموں سے بڑا ہے اور جو طاقت ہمارے اندر ہے وہ دنیا کی سب قوموں سے کم ہے۔ پس یہ کام سوائے اس کے کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی نشان ظاہر ہو اور وہ ہمارے کمزور ہاتھوں سے یہ عظیم الشان عمارت کھڑی کر دے۔ پس ہماری ذمہ داریاں بہت وسیع ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کام ہمارے سپرد کیا ہے وہ ایسی اہمیت رکھتا ہے اور اتنا بڑا ہے کہ اگر ہم اپنے اندر کمزوری محسوس کرتے ہیں تو ساتھ ہی ہمارا فرض ہے کہ ہم اَور زیادہ قربانیاں کریں، اَور زیادہ جدوجہد سے کام لیں تاکہ ہماری جو اندرونی اور باطنی کمزوریاں ہیں اُن کا کچھ کفارہ ہماری ظاہری کوششیں کر دیں۔

مَیں دیکھتا ہوں ہماری جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو ہندوؤں کی طرح ہر وقت سَودے کا خیال رہتا ہے۔ جس طرح ہندو سَودا کرنے کے بعد یہ سوچنے لگ جاتے ہیں کہ انہیں کیا نفع ہوا۔ اِسی طرح وہ چند دن روزے رکھتے ہیں اور پھر پوچھتے ہیں اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ کچھ دن تضرع اور ابتہال سے نمازیں پڑھتے ہیں اور پھر دیکھنے لگ جاتے ہیں کہ ان نمازوں سے انہیں کیا فائدہ حاصل ہوا۔ بے شک غیر احمدی یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر ہم نمازیں پڑھتے ہیں تو ان کا کیا نتیجہ نکلا۔ کیونکہ انہیں کہیں بھی نتیجہ نظر نہیں آتا۔ لیکن ہماری جماعت تو وہ ہے جس نے اپنی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کے ایک مامور کو دیکھا اور اس کی زندگی میں خدا تعالیٰ کے ہزاروں نشانات کو آسمان سے اُترتے مشاہدہ کیا۔ پھر اب بھی ہماری جماعت میں وہ لوگ موجود ہیں جن کو ان کی نمازوں، ان کے روزوں اور ان کے چندوں کا نتیجہ مل گیا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے، ان کی تائید میں اپنے نشانات ظاہر کرتا ہے، ان کے

دشمنوں کو مارتا اور تباہ کرتا ہے، ان کے دوستوں کو برکت دیتا ہے، انہیں ہر میدان میں فتحِ عظیم عطا کرتا ہے، انہیں روحانی علوم سے سرفراز کرتا ہے، قرآن کریم کے معارف ان پر کھولتا ہے، انہیں غیب کی خبروں سے اطلاع دیتا ہے۔ اور کونسا نتیجہ ہے جو وہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ابھی ظاہر نہیں ہوا تو انہیں کم سے کم یہ تو یقین ہونا چاہیے کہ وہ جس راستہ پر چل رہے ہیں وہ صحیح ہے۔ اگر اس راستہ پر چلنے کے باوجود ان کے اعمال کا نتیجہ ظاہر نہیں ہوا تو بجائے اِس کے کہ وہ یہ کہیں کہ ان اعمال کا نتیجہ کیا نکلا انہیں اپنے نفس سے سوال کرنا چاہیے کہ اے نفس! تم نے کیا کمزوری دکھائی کہ ہمارے اعمالِ نیک کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو نہیں مانا جاسکتا کہ وہ اعمال اپنا نتیجہ ظاہر نہیں کرتے۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ تمہارے سامنے بعض وجودوں میں وہ نتائج ظاہر ہوگئے۔ پس اگر تمہاری ذات میں وہ نتائج ظاہر نہیں ہوئے تو تمہیں یقین کرلینا چاہیے کہ اس میں تمہارا اپنا ہی قصور ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پانی میں پیاس بجھانے کی طاقت ہے؟ جو شخص بھی اُسے پیتا ہے اس کی پیاس بجھ جاتی ہے اور اس کی روح تروتازہ ہو جاتی ہے۔ لیکن بخار کا مریض پانی پینے کے باوجود اپنی پیاس کو بجھتا ہوا محسوس نہیں کرتا۔ وہ پانی پیتا ہے اور دومنٹ کے بعد پھر کہتا ہے پانی دو۔ پھر پانی دیا جاتا ہے تو دومنٹ کے بعد پھر کہتا ہے پانی دو۔ تم اسے پانی پلائے جاتے ہو مگر اُس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اِدھر وہ پانی پیتا ہے اور اُدھر اُس کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں اور وہ پھر کہتا ہے اَور پانی دو۔ یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے بعض دفعہ اُس کا پیٹ پُھول جاتا ہے۔ اس کے پیٹ میں پانی کے لیے گنجائش تک نہیں رہتی۔ مگر وہ یہی کہتا جاتا ہے کہ پیاس لگی ہے اَور پانی دو۔ اب کیا تم ایسے نظارہ کو دیکھ کر یہ سمجھنے لگتے ہو کہ پانی میں پیاس بجھانے کی طاقت نہیں رہی؟ یا تم خود اس شخص کو مریض تصور کرتے ہو؟ تم کبھی یہ نہیں کہتے کہ پانی میں پیاس بجھانے کی طاقت نہیں رہی۔ یہ پانی پیتا ہے اور پھر اسے پیاس لگ جاتی ہے۔ بلکہ تم کہتے ہو یہ پینے والے کا قصور ہے، اس کے اندر کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے پانی اس پر اثر نہیں کرتا۔ پس جس قوم میں نمونہ موجود ہو اور اس نمونہ سے یہ ظاہر ہو رہا ہو کہ خدا کی طرف توجہ کرنے اور اُس کے لیے اپنے نفس کی قربانی کرنے سے آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں اُس قوم کے

بعض افراد اگر اسی راستہ پر چلتے ہوئے برکات وانوار کا مشاہدہ نہ کریں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ رستہ ہی غلط ہے۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ خود اس کی قربانیوں میں کوئی نقص ہے۔ ورنہ رستہ صحیح ہے اور وہی ایک طریق ہے جس پر چل کر برکت حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر مَیں کہتا ہوں اگر نتیجہ نہ بھی نکلے تو بھی ایک مومن کا یہ کام نہیں کہ وہ قربانی کو ترک کر دے۔ خدا تعالیٰ کے بعض کام ایسے ہوتے ہیں جن کے نتائج سالوں بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح ناصریؑ نے قربانی کی اور وہ صلیب پر چڑھ گئے۔ مسیحؑ کے بعد پطرس جو آپ کا خلیفہ ہوا اور جو آپ کا بڑا مقرب حواری تھا یہاں تک کہ آپ نے ایک دفعہ کہا میری جماعت کے لیے یہ ایک پہاڑ کی طرح ہے وہ روم میں گیا اور اُسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اِسی طرح اَور بہت سے لوگ آپ کی جماعت میں سے مارے گئے مگر جو دنیوی ترقیات ہیں وہ تین سو سال کے بعد مسیحی قوم کو حاصل ہوئیں۔ اب کیا مسیحؑ نے صلیب پر لٹکنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ میرے زمانہ میں تو حکومتیں نہیں آئیں گی مَیں نے صلیب پر لٹک کر کیا لینا ہے؟ یا کیا پطرس نے اِس وجہ سے اپنی جان قربان کرنے سے انکار کر دیا کہ جب مجھے حکومت میں حصہ نہیں ملے گا تو مَیں اپنی جان کیوں قربان کروں؟ نہیں بلکہ مسیحؑ نے بھی صلیب کا مزہ چکھا اور پطرس نے بھی اپنی جان قربان کر دی اور اسی طرح یکے بعد دیگرے اَور ہزاروں لوگ قربانیاں کرتے چلے گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے ہماری ترقیاں شخصی نہیں قومی ہیں۔ اور قومی ترقیاں قربانیوں کے بعد بعض دفعہ دو دو بلکہ تین تین سو سال کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔

دیکھو! خدا تعالیٰ کی قدرت کا دنیا میں ہمیں ایک عجیب نظارہ نظر آتا ہے۔ قدرت نے کئی جاندار چیزیں ایسی پیدا کی ہیں جو دنیا کے لیے قربانی کر رہی ہیں مگر خود ان کو ان قربانیوں کے نتائج حاصل نہیں ہوتے۔ مثلاً مونگا ایک کیڑا ہے جس کے نام پر کئی جزائر آباد ہیں۔ مونگے میں یہ عادت پائی جاتی ہے کہ زمینیں پیدا کرنے کے لیے ایک مونگا دوسرے مونگے پر چڑھ کر جان دے دیتا ہے۔ سمندر کی تَہہ میں لاکھوں مونگے ہوتے ہیں۔ دس بیس ہزار مونگے ایک دوسرے پر چڑھ کر مر جاتے ہیں۔ پھر اُن پر دس بیس ہزار اَور مونگے چڑھ کر مر جاتے ہیں۔ اُن پر دس بیس ہزار اَور مونگے چڑھ کر جان دے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ

ہوتے ہوتے سمندر کی تہہ جو بعض دفعہ دو دو تین تین میل گہری ہوتی ہے ان مونگوں سے بھر جاتی اور وہاں زمین پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک دن انہی مونگوں کے مرنے سے وہاں ایک جزیرہ آباد ہو جاتا ہے۔ جہاں درخت اُگتے ہیں، کھیتیاں ہوتی ہیں، مکانات بنتے ہیں اور ہزاروں لوگ رہائش رکھتے ہیں۔ اس قسم کے بیسیوں جزائر ہیں جو دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ کورل آئی لینڈز (Coral Islands) انہی کو کہتے ہیں اور وہ اسی طرح بنتے ہیں کہ ایک کثیر التعداد کورلز کی مر کر جان دے دیتی ہے۔ جن پر اَور لاکھوں کروڑوں کورلز چڑھ کر جان دے دیتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کی قربانی سے ایک زمین آباد ہو جاتی ہے۔ پس تعجب کی بات ہے کہ ہمارے اندر ایک کورل جتنی قربانی کا مادہ بھی نہ ہو اور ہم یہ خیال کریں کہ جب تک ہماری قربانیوں کا ہماری ذات کو فائدہ نہ ہو اُس وقت تک قربانیاں کرنا بے معنی ہے۔ تمہیں اس مثال کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اگر تم مر جاتے ہو اور تمہاری قربانیوں سے دو سو یا چار سو سال کے بعد جماعت کو فائدہ پہنچتا ہے تو تمہاری قربانی رائیگان نہیں گئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہو گئی۔

پھر ہمارے لیے تو ایک زائد بات یہ بھی ہے کہ جو شخص مر جاتا ہے اُسے اپنی قربانیوں کا مرتے ہی انعام ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر قربانیوں کی ایک اَور مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ برسات کا موسم ہو اور تم لیمپ روشن کرو تو تم دیکھتے ہو کہ کس طرح پروانے اس پر گر گر کر مرتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارے شاعروں نے تو شمع اور پروانے کا اپنے اشعار میں اس قدر ذکر کیا ہے کہ کوئی شاعر ایسا نہیں جس کے کلام میں شمع اور پروانے کا قصہ نہ آتا ہو۔ پھر تمہیں سوچنا چاہیے کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کا حُسن ہماری نظروں میں ایک شمع جیسا بھی نہیں جو چھ پیسے کو مل جاتی ہے؟ اور کیا ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ اسلام سے اتنی محبت بھی نہیں جتنی ایک پروانے کو شمع سے ہوتی ہے؟ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ہم کو شمع جیسا بھی نظر نہیں آتا اور اگر اپنا عشق ہم کو پروانے جیسا بھی نظر نہیں آتا تو سچی بات یہی ہے کہ ہم نے اُس حُسن کو دیکھا ہی نہیں اور ہم نے اپنے عشق کو سمجھا ہی نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن تو کروڑوں شمعوں سے زیادہ ہے۔ اسی لیے

قرآن کریم نے آپ کو سِرَاجًا مُّنِیْرًا[2] قرار دیا ہے اور سراج منیر قرار دینے میں جہاں اَور حکمتیں ہیں وہاں ایک عظیم الشان حکمت ان الفاظ میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو پروانوں کی طرح آپ پر جانیں قربان کرتے رہیں گے۔ جس طرح لیمپ روشن ہو تو پروانے اُس پر گرنے لگ جاتے ہیں۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ہمیشہ امتِ محمدیہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو پروانوں کی طرح شمع محمدی پر قربان ہوتے رہیں گے۔ مگر پروانے اُس زمانہ میں ہوتے ہیں جب برسات کا موسم ہو۔ یہ نہیں ہوتا کہ موسم خواہ کوئی ہو۔ جب بھی لیمپ جلایا جائے پروانے اُس پر گرنے لگیں۔ پروانوں کے نکلنے کا موسم برسات ہے۔ اسی طرح عالَمِ روحانی میں جب بھی برسات کا موسم ہو گا جب آسمان سے الہام الٰہی کی تازہ بارش نازل ہو گی۔ اسی زمانہ میں ایسی جماعت پیدا ہو گی جو پروانوں کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اپنی جانیں قربان کردے گی۔ دیکھو! ہر زمانہ میں پروانے شمع پر نہیں گرتے۔ بلکہ برسات کے موسم میں گرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سِرَاجًا مُّنِیْرًا کہہ کر اِس امر کی طرف اشارہ فرمایا تھا کہ جب نورِ نبوت ظاہر ہو گا، جب الہام کی بارش آسمان سے اترے گی، جب عالَمِ روحانی میں برسات کا موسم ہو گا اُس وقت ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو پروانے بن بن کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شمع پر قربان ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے زمانوں میں قرآن بے شک موجود تھا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہُ کہنے والے مسلمان بے شک موجود تھے، دعائیں اور عبادتیں کرنے والے لوگ بے شک پائے جاتے تھے مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چراغ پر پروانے نہیں گر رہے تھے۔ لیکن ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور ادھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پروانے گرنے لگ گئے۔ کیونکہ یہ الہام اور وحی کی بارش کا وقت تھا۔ پس سِرَاجًا مُّنِیْرًا کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ جب بھی بارشِ وحی اور بارشِ الہام نازل ہو گی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پروانے گرنے شروع ہو جائیں گے جو آپ کی صداقت اور راستبازی کا ایک ثبوت ہو گا کہ الہام ہوتا ہے "ب" پر اور پروانے گرنے لگ جاتے ہیں "الف" پر۔ گویا یہ ثبوت ہو گا آپ کی صداقت کا اور یہ ثبوت ہو گا اس بات کا

کہ آنے والا آپ کے شاگردوں اور آپ کے متبعین میں سے ہی ہے۔ وہ اُس چمنی کی طرح ہو گا جو روشنی کے ارد گرد ہوتی ہے۔ بے شک چمنی روشنی کو پھیلا رہی ہوتی ہے مگر پروانوں کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ چمنی کو چِیر کر روشنی تک پہنچ جائیں۔ اور اگر ننگی روشنی ہو تو وہ وہاں پہنچ جاتے اور شمع پر گر کر اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہماری ترقی کے سامان تو پیدا کیے ہیں مگر ہماری جماعت نے ابھی اپنے کام کی اہمیت کو پورے طور پر سمجھا نہیں۔ مثلاً مَیں نے اعلان کیا تھا کہ ہمیں تبلیغ کے لیے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو اپنی زندگی اس غرض کے لیے وقف کر دیں۔ یہ کام اپنی ذات میں اس قدر اہم ہے کہ ہم اس پر جتنا بھی غور کریں اس کی اہمیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ سینکڑوں ملک ہیں جن میں ہم نے تبلیغ کرنی ہے، سینکڑوں زبانیں ہیں جو ہم نے سیکھنی ہیں، سینکڑوں کتابیں ہیں جو ان ممالک میں تبلیغِ اسلام کے لیے ہم نے شائع کرنی ہیں۔ پس اس غرض کے لیے ہمیں سینکڑوں مبلغوں کی ضرورت ہو گی، سینکڑوں ترجمہ کرنے والوں کی ضرورت ہو گی اور پھر ان مبلغوں اور سلسلہ کے لٹریچر اور دیگر اخراجات کے لیے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو گی اُس کا کچھ اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ مَیں نے ایک دن حساب کیا کہ اگر ہم پانچ ہزار مبلغ رکھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک کشف**3** کو ایک دوسرے رنگ میں پورا کرنے کا ذریعہ ہے تو کس قدر خرچ ہو گا۔ مَیں نے اندازہ کیا کہ اگر ہم پانچ ہزار مبلغ رکھیں تو ان کا ایک سال کا کم سے کم خرچ دو کروڑ روپیہ ہو گا۔ امریکہ میں صرف روٹی کھانے کے لیے تین سو روپیہ ماہوار کی ضرورت ہوتی ہے، یورپ میں کم سے کم پونے دو سو روپیہ ماہوار میں گزارہ ہوتا ہے اور زیادہ تر یہی ممالک ہیں جن میں ہم نے تبلیغ کرنی ہے۔ ہندوستان سے باہر مشرقی ممالک میں سوڈیڑھ سو روپیہ ماہوار میں بھی گزارہ ہو سکتا ہے۔ پھر جو آدمی تبلیغ کے لیے جائیں گے اُن کا کرایہ بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ اور پھر چند سال کے بعد جب پہلے مبلّغ واپس آئیں گے اور دوسرے مبلغ اُن کی جگہ بھیجے جائیں گے تو ان کی آمدورفت پر بھی بہت سا روپیہ خرچ ہو گا۔ اِسی طرح ان کے بیوی بچوں کا ہمیں گزارہ مقرر کرنا پڑے گا۔ پھر وہاں ملک کے مختلف حصوں میں دورے کرنے کے لیے روپیہ

ضروری ہو گا۔ مساجد کے لیے روپیہ ضروری ہو گا۔ اُس ملک کی مختلف زبانوں میں ہر قسم کا لٹریچر شائع کرنے کے لیے روپیہ ضروری ہو گا۔ اِن تمام اخراجات کو اگر ہم کھلے دل کے ساتھ برداشت کریں تو درحقیقت اِسی صورت میں صحیح طور پر تبلیغ ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ہم ان اخراجات کا کم اندازہ بھی کریں تو میرے نزدیک ہر مبلغ کے لیے اگر ہم پانچ سو روپیہ ماہوار کا خرچ رکھیں تب ادنیٰ طور پر ہم تبلیغ کا فرض ادا کر سکتے ہیں۔ اس میں سے دو سو روپیہ تبلیغ پر خرچ ہو گا اور باقی روپیہ اس کے ماہوار کھانے پینے کے اخراجات پر صَرف ہو گا۔ لیکن اگر ہم خالی گزارے کا اندازہ لگائیں تب بھی تین سو روپیہ فی کس خرچ ہو گا اور چونکہ پانچ ہزار مبلغ ہم نے رکھنے ہیں اس لیے پندرہ لاکھ روپیہ ایک مہینہ کا خرچ ہو گا اور سال میں ایک کروڑ اسّی لاکھ روپیہ خرچ ہو گا۔ بیس لاکھ روپیہ آنے جانے کے کرائے، سلسلہ کے لٹریچر کی اشاعت، مساجد کی تعمیر، کتابوں کی تصنیف اور دوسرے ضروری کاموں کے لیے رکھ لیں تو دو کروڑ روپیہ سالانہ خرچ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بیس لاکھ روپیہ پانچ ہزار مبلغین کے لیے بہت ہی کم ہے اور اس قدر قلیل روپیہ سے صحیح طور پر تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ درحقیقت ہمارے پاس ساڑھے تین کروڑ روپیہ سالانہ ہونا چاہیے تب ہم پانچ ہزار مبلغ رکھ کر انہیں دنیا میں پھیلا سکتے ہیں۔ لیکن ابھی تو ہماری یہ حالت ہے کہ اگر ہم اپنی ساری جائیدادیں بیچ دیں تب بھی ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اتنا روپیہ خرچ نہیں کر سکتے۔ اگر ان مبلغوں کی تعداد کو کم کر دیا جائے اور ہم سرِ دست صرف دوسَو مبلغ رکھیں تب بھی تم سمجھ لو کہ ساٹھ ہزار روپیہ ماہوار ان کے کھانے پینے پر خرچ آئے گا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ دو سو مبلغین کا سالانہ خرچ سات لاکھ بیس ہزار ہو گا۔ دو اڑھائی لاکھ روپیہ اگر لٹریچر کی اشاعت اور دوسرے ضروری اخراجات کے لیے رکھ لیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارے پاس دس لاکھ روپیہ سالانہ ہو تو ہم دو سو مبلغ رکھ سکتے ہیں۔ لیکن ابھی تو ہمارے سارے بجٹ ملا کر یعنی تحریک جدید کی آمد اور صدر انجمن احمدیہ کی آمد اور دوسری آمدنیں ملا کر دس بارہ لاکھ روپیہ کی رقم بنتی ہے۔ اور اگر ہم اِسی وقت دو سو مبلغ رکھ لیں تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ ہم باقی سارے کام بند کر دیں۔ حالانکہ ہمارا کام صرف تبلیغ کرنا نہیں بلکہ جماعت کی تربیت کرنا بھی ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس کے لیے علاوہ

چندوں کے ہمارے پاس مستقل جائیدادیں ہوں جن کی آمد سے اِس قسم کے اخراجات کو پورا کیا جاسکے۔ اِسی لیے مَیں نے تحریک جدید جاری کی تھی اور اسی لیے مَیں نے تحریک جدید کے چندہ کے ذریعہ جائیدادیں بنائی ہیں۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جائیدادیں تو بن گئیں لیکن جتنا حصہ جماعت میں سے کام کرنے والے آدمیوں کا تھا وہ مجھے نہیں ملا۔ چنانچہ اِس وقت تک جتنے آدمی میں نے سندھ کی زمینوں پر کام کرنے کے لیے بھجوائے ہیں وہ سارے کے سارے ناکام رہے ہیں۔ درحقیقت آجکل جو ایک عام زمیندار کو آمد ہورہی ہے اُس سے بھی ہماری زمینوں کی آمد کم ہے اور اِس کی وجہ یہی ہے کہ ہمیں ابھی تک کام کرنے والے آدمی نہیں ملے۔ مَیں سمجھتا ہوں اگر ایک شخص عام زمیندار کی حیثیت سے کام کرے تب بھی پندرہ بیس من فی ایکڑ کپاس ہوسکتی ہے۔ اور اگر سلسلہ کا کام سمجھ کر کوئی شخص محنت سے کام کرے تو پچیس، تیس من فی ایکڑ بھی ہوسکتی ہے۔ مصر میں پچیس من فی ایکڑ کی اوسط نکالی گئی تھی۔ مگر ایسا اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کام کرنے والے محنتی ہوں، دیانتدار ہوں، سلسلہ کے اموال کی اہمیت کو سمجھتے ہوں اور تقوٰی اور اخلاص سے کام کرنے والے ہوں۔ محمود آباد میں جہاں میری زمین ہے وہاں ایک دفعہ ایک کھیت میں سے پچاس من فی ایکڑ کپاس نکلی۔ کیونکہ کام کرنے والے نے محنت اور دیانتداری سے کام کیا۔ پس محنت سے فصل کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ لیکن مَیں دیکھتا ہوں سلسلہ کے کاموں پر اِس وقت تک جو لوگ گئے ہیں وہ ایسے سست اور غافل اور بددیانت ثابت ہوئے ہیں کہ وہاں اوسط پیداوار پانچ من کی ہوئی ہے کیونکہ محنت سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ مَیں نے آخر ملازموں سے تنگ آکر بعض واقفینِ زندگی کو وہاں بھجوادیا مگر ان کی حالت بھی ایسی اچھی نہ تھی بلکہ ایک کے متعلق تو ایسی شکایتیں آرہی ہیں کہ شاید مجھے اُس کے متعلق کوئی کمیشن بٹھانا پڑے اور سخت ایکشن لینا پڑے۔ کیونکہ شکایت ہے کہ اس نے علاوہ سستی اور ظلم کے بددیانتی سے بھی کام لیا ہے۔ پس ہمیں روپیہ کی ہی ضرورت نہیں بلکہ آدمیوں کی بھی ضرورت ہے۔ دنیا میں کوئی ترقی آدمیوں کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ مَیں نے تحریک جدید کے شروع میں ہی ایک خطبہ پڑھا تھا۔ وہ خطبہ چھپا ہوا موجود ہے اور اسے نکال کر دیکھا جاسکتا ہے۔ مَیں نے اس میں کہا تھا کہ دنیا میں روپیہ کے ذریعہ

کبھی تبلیغ نہیں ہوئی اور جو قوم یہ سمجھتی ہے کہ روپیہ کے ذریعہ وہ اکنافِ عالَم تک اپنی تبلیغ کو پہنچادے گی اُس سے زیادہ فریب خوردہ، اس سے زیادہ احمق اور اس سے زیادہ دیوانی قوم دنیا میں اور کوئی نہیں۔ جس چیز کے ساتھ مذہبی جماعتیں دنیا میں ترقی کیا کرتی ہیں وہ ذات کی قربانی ہوتی ہے نہ کہ روپیہ کی۔ تم اگر دنیا میں فتح یاب ہونا چاہتے ہو تو جان دے کر ہوگے۔ جس دن تم یہ سمجھ لوگے کہ تمہاری زندگیاں تمہاری نہیں بلکہ اسلام کے لیے ہیں، جس دن سے تم نے محض دل میں ہی یہ سمجھ لیابلکہ عملاً اس کے مطابق کام بھی شروع کر دیا اُس دن تم کہہ سکتے ہو کہ تم زندہ جماعت ہو۔**4**

پس اس تحریک کے ابتدا میں ہی میں نے اس کی بنیاد چندہ پر نہیں رکھی بلکہ مَیں نے اس کی بنیاد آدمیوں پر رکھی تھی۔ اور مَیں نے کہا تھا کہ مجھے وہ آدمی چاہییں جو اپنے دلوں میں اخلاص رکھتے ہوں، جو اپنی جانیں خلیفہ وقت کے حکم پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں، جو رات اور دن کام کرنے والے ہوں اور جو سمجھتے ہوں کہ ہم نے جب اپنے آپ کو پیش کر دیا تو اس کے بعد موت ہی ہمیں اس کام سے الگ کر سکتی ہے۔ زندگی کے آخری لمحوں تک ہم یہی کام کریں گے اور پورے اخلاص اور پوری ہمت اور پوری دیانت سے کریں گے۔ جو شخص سمجھتا ہے کہ مجھے جب تبلیغ کے لیے باہر بھجوایا جائے گا اُس وقت مَیں دیانتداری سے کام لے لوں گا اس سے پہلے اگر سلسلہ کے کسی اَور کام پر مجھے مقرر کیا جاتا ہے تو میرے لیے دیانتداری کی ضرورت نہیں وہ اول درجہ کا احمق اور نادان ہے اور یا پھر دوسروں کو دھوکا اور فریب دینے کے لیے ایسا کہتا ہے۔ جو شخص سمجھتا ہے کہ صرف تبلیغ میں دیانتداری کی ضرورت ہے لیکن سلسلہ کے اموال میں وہ دیانتداری سے کام نہیں لیتا، سلسلہ کی زمینوں پر وہ محنت سے کام نہیں کرتا، سلسلہ کی مالی ترقی کے لیے اپنے آرام اور آسائش کو قربان نہیں کرتا، وہ سمجھتا ہی نہیں کہ دین کیا چیز ہے۔ وہ یقیناً فریب خوردہ ہے یا دوسروں کو فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ دین تو ایک مجموعہ نظام کا نام ہے جس میں زمینیں بھی شامل ہیں، جس میں جائیدادیں بھی شامل ہیں، جس میں مکانات بھی شامل ہیں، جس میں تجارتیں بھی شامل ہیں، جس میں کارخانے بھی شامل ہیں۔ صرف تبلیغ کرنا دین نہیں۔ اگر صرف تبلیغ کرنا دین ہو تو سوال یہ ہے کہ پھر دکانیں

کون چلائے گا، کارخانے کون جاری کرے گا، زمینوں کی کون نگرانی کرے گا، صنعت و حرفت کی طرف کون توجہ کرے گا، علوم کون پھیلائے گا۔ پس یہ صحیح نہیں کہ صرف تبلیغ کرنا دین ہے۔ دین اسلامی نظام کے ہر شعبہ کا نام ہے اور اس نظام کا ہر شعبہ ویسا ہی اہم ہے جیسے تبلیغ کرنا۔ مثلاً جب بعض لوگ تبلیغ کے لیے جاتے ہیں تو ضروری ہے کہ ان کے پیچھے ایسے لوگ ہوں جو لٹریچر تیار کر کے اُن کو بھیجیں۔ کہیں قرآن کی تفسیر ہو رہی ہو، کہیں حدیثوں کے ترجمے شائع ہو رہے ہوں، کہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے تراجم ہو رہے ہوں، کہیں اَور لٹریچر تیار ہو رہا ہو۔ اگر ان کے پاس کثرت سے لٹریچر نہیں ہو گا، اگر ان کے پاس کتابیں نہیں ہوں گی، اگر ان کے پاس روپیہ نہیں ہو گا تو وہ تبلیغ کو وسیع کرنے کا کام کس طرح کر سکیں گے۔ پس سلسلہ کا ہر کام تبلیغ سے وابستہ ہے۔ جو شخص زمین میں ہل چلاتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے، جو شخص کارخانہ چلاتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے، جو شخص زمینوں کی نگرانی کرتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے، جو شخص لٹریچر شائع کرتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے، جو شخص سلسلہ کا کوئی اور کام کرتا ہے وہ بھی تبلیغ کرتا ہے۔ آخر یہ تمام کام ہوں گے تبھی روپیہ آئے گا اور تبھی اس کے ذریعہ مبلغوں کو پھیلایا جاسکے گا۔ ہم پر خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور تحریک جدید کے چندہ کے ذریعہ کئی سو مربع زمین ہمیں مل گئی۔ پنجاب میں ایک مربع پچیس تیس ہزار روپیہ کو ملتا ہے۔ گورنمنٹ کی نیلام میں بھی بیس سے پچیس ہزار تک مربع ملتا ہے اور اگر پبلک میں سے کوئی فروخت کرے تو تیس سے چالیس ہزار روپیہ تک ایک مربع فروخت ہوتا ہے۔ مگر ہم نے سندھ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے قریباً چار سو مربع زمین تحریک جدید کی لے لی ہے۔ اگر پنجاب میں اتنی ہی زمین خریدی جاتی تو ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ خرچ ہوتا۔ مگر ہم کو وہاں اوسطاً مختلف اخراجات شامل کر کے ایک مربع پانچ ہزار روپیہ میں ملا ہے اور وہاں ہماری ساری جائیداد بیس لاکھ روپیہ کی ہے۔ گویا بیس لاکھ روپیہ میں ہمیں وہ چیز مل گئی جو پنجاب میں ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ میں مل سکتی تھی۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ سلسلہ کے لیے ہمیں اس قدر زمین مل گئی۔ اگر جماعت کے دوست اس کام کو دین کا کام سمجھ کر محنت اور دیانتداری سے سرانجام دیتے اور

تمام زمین کو اس طرح کھود کر رکھ دیتے کہ وہ اپنے خزانے اُگلنے لگ جاتی تو پھر چاہے ایک سال کے بعد ہی وہ مر جاتے انہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ اگر انہیں سو سال کی زندگی ملتی تب بھی اس سو سال کی زندگی میں انہیں اتنا ثواب نہ ملتا جتنا ثواب وہ ایک سال میں حاصل کر گئے۔ مگر بجائے اِس کے کہ محنت اور اخلاص اور دیانتداری کے ساتھ کام کیا جاتا وہاں جو لوگ کام کرنے کے لیے بھیجے گئے انہوں نے محنت اور توجہ سے کام نہیں کیا۔ بے شک ہم نے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ آدمی وہاں نہیں بھجوائے۔ ہم نے اب تک اُنہی لوگوں کو بھیجا ہے جن کی تعلیم ادنیٰ تھی۔ مگر بہر حال ایمان اور اخلاص تعلیم پر منحصر نہیں۔ صحابہؓ میں کونسی تعلیم تھی۔ مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کہاں تک پڑھے ہوئے تھے؟ انہوں نے تعلیم نہ ہونے کے باوجود کام کیا اور ایسے اخلاص سے کام کیا کہ آج تک اُن کے نام زندہ ہیں اور ان کے لیے دعائیں کرنے والے لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے تھا کہ اگر سلسلہ کے لیے چوبیس گھنٹوں میں سے بائیس گھنٹے انہیں کام کرنا پڑتا ہے تب بھی انہیں کام کرنا چاہیے۔ وہ اپنے لیے موت پسند کر لیتے مگر چوبیس گھنٹوں میں سے بائیس گھنٹے ہی سلسلہ کے لیے وقف کر دیتے اور سمجھتے کہ جو بنیاد آج ہم اپنے ہاتھوں سے رکھ رہے ہیں اسی پر وہ عمارت تیار ہونے والی ہے جو اسلام کی اشاعت کے لیے ضروری ہے۔ سینکڑوں مبلغ اس کی آمد سے رکھے جائیں گے اور ہر مبلغ جو دنیا میں اسلام کی تبلیغ کرے گا اُس کا ثواب ہمیں ملے گا۔ ایک مبلغ کو صرف اسی کوشش کا ثواب مل سکتا ہے جو وہ کرے۔ لیکن سلسلہ کی زمینوں پر اگر لوگ محنت سے کام کریں تو انہیں سینکڑوں مبلغوں کا ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انہی کی محنت کے نتیجہ میں تبلیغ کو وسیع کیا جا رہا ہو گا۔ یہ وہ احساس ہے جس کے ماتحت انہیں کام کرنا چاہیے تھا۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہاں جس قدر کام کرنے کے لیے بھجوائے گئے ان میں سے کسی نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا۔ بجائے اس کے کہ ان کے ذریعہ سلسلہ کے اموال میں برکت ہوتی وہ اس طرف مشغول ہو گئے کہ انہیں اپنی بھینسوں کے لیے چارہ کا فکر ہے، انہیں اپنی گھوڑیوں کا فکر ہے، کہیں دوسروں کو ڈانٹنے اور ان پر جرمانہ کرنے کا انہیں ہر وقت خیال رہتا ہے۔ گویا جو اصل کام تھا وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور دنیاداری میں

ملوث ہوگئے اور یہی حال احمدی ہاریوں کا ہے۔ انہوں نے وہاں کوفہ کے بد فطرت لوگوں کا نمونہ دکھایا ہے اور نیک احمدیوں کا نمونہ نہیں دکھایا۔ مگر وہ خوش نہ ہوں کہ انہوں نے کچھ کما لیا ہے۔ زیادہ دن نہ گزریں گے کہ وہ خدا کی گرفت میں آئیں گے۔ مَیں ان کا جو انجام دیکھتا ہوں خوش کن نہیں ہے۔

میری بھی چونکہ وہاں زمین ہے اس لیے مَیں نے اپنے ایک عزیز کو وہاں بھجوا دیا کہ شاید وہ شوق سے کام کرے مگر وہ بھی ناکام ثابت ہوا اور اس نے قطعاً اعلیٰ مخلصوں والی قربانی پیش نہیں کی۔ غرض اِس وقت تک جتنی کوفت اور تکلیف مجھے اس کام کی وجہ سے اٹھانی پڑی ہے اِتنی کوفت اور تکلیف مجھے اَور کسی کام سے نہیں ہوئی۔ دوسرے تمام کاموں میں مجھے اچھے آدمی مل گئے ہیں مگر یہاں شاید دنیا کی لالچ اور حرص آ جاتی ہے اس لیے صحیح طور پر کام کرنے والے ابھی تک نہیں ملے۔ یا شاید وہ کام بھی نہیں کر سکتے تھے اور شاید میں بھی ابھی تک ایسے لوگوں کو نہیں چُن سکا جو اِس کام کو پوری محنت اور دیانتداری سے کریں۔ بہر حال ہمیں ایسے مخلص آدمیوں کی ضرورت ہے جو زمینوں کا تجربہ رکھتے ہوں اور جو دیانتداری اور محنت کے ساتھ سلسلہ کا یہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تاکہ ہمارا مالی پہلو مضبوط ہو اور ہم جلد سے جلد تبلیغ کی اس سکیم کو جاری کر سکیں جو میرے مد نظر ہے۔

مَیں علاوہ سندھ کی زمینوں کے، سلسلہ کے اموال بڑھانے کے لیے بعض اَور ذرائع سے بھی کام لے رہا ہوں اور اس کام کو شروع بھی کر دیا گیا ہے مگر مَیں ابھی اس کا اظہار نہیں کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ اُس کے نتیجہ میں ہندوستان میں ہماری جماعت کو ایسی فضیلت حاصل ہو جائے گی کہ دنیا کے لوگ تسلیم کریں گے کہ یہ جماعت دینی طور پر ہی قابل نہیں بلکہ دنیوی طور پر بھی خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایسی عزت بخشی ہے جو دوسری قوموں اور جماعتوں کو حاصل نہیں۔ اگر یہ سکیم کامیاب ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیں لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ بڑی آسانی سے میسر آ سکتا ہے۔ مَیں چار پانچ سال سے اس کے متعلق کوشش کر رہا تھا۔ لمبا کام تھا اور تعلیم سے تعلق رکھتا تھا اور تھوڑے عرصہ میں نہیں بلکہ چھ سات سال میں یہ کام ہو سکتا تھا۔ اب یہ عرصہ چونکہ ختم ہونے کے قریب ہے اس لیے اس کام کی

داغ بیل رکھ دی گئی ہے اور امید ہے کہ سال ڈیڑھ سال تک کام ایک معیّن صورت اختیار کرلے گا۔ غرض یہ نئی سکیم اور ہماری سندھ کی زمینیں ایسی چیزیں ہیں جن سے سلسلہ کا مالی پہلو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مضبوط ہو سکتا ہے اور جماعت کی موجودہ حالت کے لحاظ سے تبلیغ کے لیے دس بارہ لاکھ روپیہ سالانہ کا بوجھ آسانی سے برداشت کیا جا سکتا ہے۔

سندھ کی زمینوں کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا بھی دکھایا تھا اور اسی رؤیا کی بناء پر مَیں نے صدر انجمن احمدیہ کو وہاں کی زمینیں خریدنے کی ہدایت کی۔ بہت عرصہ کی بات ہے مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ مَیں ایک نہر پر کھڑا ہوں، اس کا پانی نہایت ٹھنڈا اور اس کے چاروں طرف سبزہ ہے کہ اسی حالت میں ایک دم شور کی آواز آئی۔ مَیں نے اوپر کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ نہر ٹوٹ کر اس کا پانی تمام علاقہ میں پھیل گیا ہے اور سُرعت سے بڑھتا جا رہا ہے۔ مَیں نے چاہا کہ واپس لَوٹوں تا کہ پانی میرے قریب نہ پہنچ جائے مگر ابھی مَیں یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ مَیں نے دیکھا میرے چاروں طرف پانی آ گیا ہے۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ نہر کا بند ٹوٹ گیا اور مَیں بھی نہر کے اندر جا پڑا۔ جب مَیں نہر کے اندر گر گیا تو مَیں نے تیرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ میلوں میل میں تیرتا چلا گیا مگر میرا پاؤں کہیں نہ لگا۔ یہاں تک کہ مَیں نے سمجھا مَیں تیرتے تیرتے فیروزپور تک پہنچ گیا ہوں۔ تب گھبراہٹ کی حالت میں ہی مَیں دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! سندھ میں تو پَیر لگ جائیں۔ یا اللہ! سندھ میں تو پَیر لگ جائیں۔ اور جب مَیں نے یہ دعا کی تو مجھے معلوم ہوا کہ سندھ آ گیا ہے۔ پھر جو مَیں نے کوشش کی تو پیر ٹِک گیا اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے سب پانی غائب ہو گیا۔

یہ رؤیا 1915ء میں مَیں نے دیکھا تھا۔ اُس وقت سندھ میں نہروں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس کے ایک لمبے عرصہ کے بعد وہاں نہریں نکلیں اور ہم نے یہ زمین خریدنی شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے سندھ میں ہمیں اتنی بڑی زمین دے دی ہے کہ اگر پنجاب میں اتنی ہی زمین کسی زمیندار کو مل جاتی تو اس کے لیے شادی مرگ ثابت ہوتی۔ ساری عمر لوگ گورنمنٹ کی خوشامدیں کرتے رہتے ہیں اور پھر انہیں اگر پانچ یا دس مربعے مل جائیں تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ نے اُن کی سات پشتوں کی قدر افزائی کر دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے

گھر بیٹھے ہمیں قریباً چار سو مربع زمین دے دیا۔ چار سو میں پندرہ بیس مربع کی کمی ہے مگر وہ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی جلدی پوری ہو جائے گی۔ میری نیت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کی ہزاروں مربع زمین بن جائے۔ اسی طرح اور کئی کام میرے ذہن میں ہیں اور مَیں چاہتا ہوں ان کاموں میں اس قدر وسعت ہو اور ان ذرائع سے ہمیں اس قدر آمد ہو کہ سلسلہ کے وہ تمام کام جو مَیں نے کرنے ہیں آسانی اور سہولت سے ہو جائیں۔ مگر اس کے لیے مخلص آدمیوں کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ آمد کی زیادتی کے ہرگز یہ معنے نہیں ہیں کہ کسی وقت تم اپنے چندوں سے آزاد ہو جاؤ گے یا کوئی وقت جماعت پر ایسا بھی آجائے گا جب تم سے قربانی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

مَیں ایک انسان ہوں اور آخر ایک دن ایسا آئے گا جب مَیں مر جاؤں گا اور پھر اَور لوگ اس جماعت کے خلفاء ہوں گے۔ مَیں نہیں جانتا اُس وقت کیا حالات ہوں۔ اِس لیے مَیں ابھی سے تم کو نصیحت کرتا ہوں تاکہ تمہیں اور تمہاری اولادوں کو ٹھوکر نہ لگے کہ اگر کوئی خلیفہ ایسا آیا جس نے یہ سمجھ لیا کہ جب جماعت کو زمینوں سے اس قدر آمدنی ہو رہی ہے، تجارتوں سے اس قدر آمدنی ہو رہی ہے، صنعت و حرفت سے اس قدر آمدنی ہو رہی ہے تو پھر اب جماعت سے کسی اَور قربانی کا مطالبہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس قدر روپیہ آنے کے بعد ضروری ہے کہ جماعت کی مالی قربانیوں میں کمی کر دی جائے۔ تو تم یہ سمجھ لو وہ خلیفہ خلیفہ نہیں ہو گا بلکہ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ خلافت ختم ہو گئی اور اب کوئی اسلام کا دشمن پیدا ہو گیا ہے۔ اور جس دن تمہاری تسلی اس بات پر ہو جائے گی کہ روپیہ آنے لگ گیا ہے اب قربانی کی کیا ضرورت ہے اُسی دن تم سمجھ لو کہ جماعت کی ترقی بھی ختم ہو گئی ہے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ جماعت روپے سے نہیں بنتی بلکہ آدمیوں سے بنتی ہے اور آدمی بغیر قربانی کے تیار نہیں ہو سکتے۔ اگر دس ہزار ارب روپیہ آنا شروع ہو جائے تب بھی ضروری ہو گا کہ ہر زمانہ میں جماعت سے اسی طرح قربانیوں کا مطالبہ کیا جائے جس طرح آج کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ مطالبہ کیا جائے کیونکہ ابھی بڑی بڑی قربانیاں جماعت کے سامنے نہیں آئیں۔ پس چاہے ایک ارب پونڈ خزانہ میں آجائے تب بھی خلیفۂ وقت کا فرض ہو گا کہ وہ ایک غریب کی جیب

سے جس میں ایک پیسہ موجود ہے دین کے لیے پیسہ نکال لے اور ایک امیر کی جیب سے جس میں دس ہزار روپیہ موجود ہے دین کے لیے دس ہزار روپیہ نکال لے۔ کیونکہ اس کے بغیر دل صاف نہیں ہوسکتے۔ اور بغیر دل صاف ہونے کے جماعت نہیں بن سکتی۔ اور بغیر جماعت بننے کے خدا تعالیٰ کی رحمت اور برکت نازل نہیں ہوتی۔ وہ روپیہ جو بغیر دل صاف ہونے کے آئے وہ انسان کے لیے رحمت نہیں بلکہ لعنت کا موجب ہوتا ہے۔ وہی روپیہ انسان کے لیے رحمت کا موجب ہوسکتا ہے جس کے ساتھ ہی انسان کا دل بھی پاک ہو اور دنیوی آلائشوں سے مبرّا ہو۔ پس مت سمجھو کہ اگر کثرت سے روپیہ آنے لگا تو تم قربانیوں سے آزاد ہو جاؤ گے۔ اگر کثرت سے روپیہ آگیا تو ہمارے ذمہ کام بھی تو بہت پڑا ہے۔ ہم نے اسلام کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے۔ ہم نے دنیا میں وہ نظام قائم کرنا ہے جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے ہر شخص کے لیے کھانا مہیا کرنا ہے، ہم نے ہر شخص کے لیے کپڑا مہیا کرنا ہے، ہم نے ہر شخص کے لیے مکان مہیا کرنا ہے، ہم نے ہر بیمار کے لیے علاج مہیا کرنا ہے، ہم نے ہر انسان کے لیے تعلیم کا سامان مہیا کرنا ہے۔ کیا یہ ساری چیزیں آسانی سے ہوسکتی ہیں؟ ان کے لیے تو اربوں ارب روپیہ کی ضرورت ہے۔ بلکہ اگر اربوں ارب روپیہ آجائے تو پھر بھی یہ کام ختم نہیں ہوسکتا۔ روپیہ ختم ہوسکتا ہے مگر یہ کام ہمیشہ بڑھتا چلا جائے گا۔ پس کسی وقت جماعت میں اس احساس کا پیدا ہونا کہ اب روپیہ کثرت سے آنا شروع ہو گیا ہے قربانیوں کی کیا ضرورت ہے اب چندے کم کر دیئے جائیں۔ اس سے زیادہ کسی جماعت کی موت کی اور کوئی علامت نہیں ہوسکتی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی موت کے فتویٰ پر دستخط کر دے۔ پس مت سمجھو کہ ان زمینوں اور جائیدادوں وغیرہ کی آمد کے بعد چندے کم ہو جائیں گے۔ اگر یہ روپیہ ہماری ضروریات کے لیے کافی ہو جائے تب بھی تمہارے اندر ایمان پیدا کرنے کے لیے، تمہارے اندر اخلاص پیدا کرنے کے لیے، تمہارے اندر زندگی پیدا کرنے کے لیے، تمہارے اندر روحانیت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تم سے قربانیوں کا مطالبہ کیا جائے اور ہمیشہ اور ہر آن کیا جائے۔ اگر قربانیوں کا مطالبہ ترک کر دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہوگا، یہ سلسلہ پر ظلم ہوگا، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ظلم ہوگا،، یہ تقویٰ اور ایمان پر ظلم ہوگا۔ جب

مسلمانوں نے ترقی کی اور کثرت سے اموال آنے شروع ہوئے اُس وقت اگر ایک مسلمان بادشاہ کھڑا ہو کر اِسی طرح بھیک مانگتا جس طرح خدا کے دین کے لیے ہم بھیک مانگتے ہیں (ہم بھیک تو نہیں مانگتے دینے والا سمجھتا ہے کہ ہم اس پر احسان کر رہے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ خدا نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمیں ایسے مقام پر کھڑا کیا لیکن بہر حال طریق بھیک مانگنے کا ہی ہے) تو اس کو بھی یہ خیال رہتا کہ مَیں نے دین کی خدمت کرنی ہے اور لوگوں کے دلوں میں بھی یہ احساس رہتا کہ وہ اُس وقت تک ترقی کر سکتے ہیں جب تک وہ دین کے لیے اپنے اموال خرچ کرتے رہیں۔ اگر بادشاہ لوگوں سے دین کے لیے چندے مانگتے تو مَیں سمجھتا ہوں لوگوں میں یہ احساس ہمیشہ قائم رہتا کہ ہماری سلطنتیں دنیوی سلطنتیں نہیں بلکہ اسلامی کانسٹی ٹیوشنز(CONSTITUTIONS) ہیں۔ اسلام کے مختلف محکمے ہیں جو قائم کیے گئے ہیں۔ اور اُن کے ایمان بھی قائم رہتے۔ مگر افسوس کہ لوگوں نے اس حکمت کو نہ سمجھا اور انہوں نے قربانیوں کا دروازہ بند کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی ترقی معدوم ہو گئی۔ پس طوعی چندے ہمیشہ قائم رہیں گے اور قائم رہنے چاہییں۔ جب یہ چیز ختم ہو جائے گی اُس وقت سمجھ لینا کہ ایمان بھی ختم ہو گیا۔ یہ چیز چلتی چلی جائے گی اور خواہ سلسلہ کو کس قدر روپیہ آنا شروع ہو جائے طوعی چندوں کا سلسلہ بند نہیں ہو گا اور نہیں ہو سکتا۔

پس مَیں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیں سندھ کی زمینوں کے لیے ایسے کارکنوں کی ضرورت ہے جو مضبوط ہوں، ہمت والے ہوں، باصحت ہوں اور دیانتداری اور محنت کے ساتھ کام کرنے والے ہوں۔ مَیں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اپنے آپ کو وقف کرے اور ساتھ ہی یہ کہے کہ مَیں فلاں قسم کے کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کرتا ہوں۔ جو شخص اپنے آپ کو وقف کرے وہ اس نیت اور اس ارادہ کے ساتھ کرے کہ مَیں یہ نہیں دیکھوں گا کہ مجھے کہاں مقرر کیا جاتا ہے۔ میرے سپرد جو کام بھی کیا جائے گا مَیں اسے کروں گا اور وہی کام کرنا اپنے لیے باعثِ سعادت تصور کروں گا۔ اگر ایک شخص کو سلسلہ کی ضروریات کے لیے چوہڑے کے کام پر مقرر کیا جاتا ہے تو وہ ہرگز اُس مبلغ سے کم نہیں ہے جو نیویارک اور لندن میں تبلیغ کر رہا ہے۔ آخر سلسلہ کو چوہڑے کی ضرورت ہو گی تو وہ کہاں سے

پوری کی جائے گی۔ وہ تم میں سے کسی شخص کے ذریعہ پوری کی جائے گی۔ یا اگر دھوبی کی ضرورت ہو تو سلسلہ اُس ضرورت کو کس طرح پورا کر سکتا ہے۔ اسی طرح پورا کر سکتا ہے کہ تم میں سے کسی شخص کو دھوبی کے کام پر مقرر کر دیا جائے۔ اور یقیناً اگر کوئی شخص سلسلہ کے لیے دھوبی کا کام کرتا ہے تو وہ ویسا ہی ہے جیسے تبلیغ کرنے والا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دفعہ ایک جنگ میں تشریف لے گئے اور آپ نے دیکھا کہ مسلمان عورتیں مشکیں بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلا رہی ہیں۔ جب جنگ ختم ہوئی، غنیمت کے اموال آئے تو آپ نے فرمایا ان عورتوں کو بھی حصہ دو کیونکہ یہ بھی جنگ میں شریک ہوئی ہیں۔5 اب دیکھو انہوں نے جنگ میں صرف پانی پلایا تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ویسا ہی حصہ دیا جیسے میدانِ جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کو دیا۔ تو یہ ایک خطرناک غلطی ہے جو بعض لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم وہ کام کریں گے جو ہماری مرضی کے مطابق ہوگا۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ تم فیصلہ کرو کہ تمہیں کس کام پر لگایا جائے۔ جو شخص تمہارا امام ہے، جس کے ہاتھ میں تم نے اپنا ہاتھ دیا ہے، جس کی اطاعت کا تم نے اقرار کیا ہے، جس کا فرض ہے کہ وہ تمہیں بتائے کہ تمہیں کس کام پر مقرر کیا جاتا ہے تم اس میں دخل نہیں دے سکتے۔ نہ تمہارا کوئی حق ہے کہ تم اس میں دخل دو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِن وَّرَائِهٖ۔6 امام ایک ڈھال کی طرح ہوتا ہے اور لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے ہو کر دشمن سے جنگ کریں۔ پس جہاں امام تمہیں کھڑا کرتا ہے وہاں تم کھڑے ہو جاؤ۔ اگر امام تمہیں سونے کا حکم دیتا ہے تو تمہارا فرض ہے تم سو جاؤ۔ اگر امام تم کو جاگنے کا حکم دیتا ہے تو تمہارا فرض ہے تم جاگ پڑو۔ اگر امام تم کو اچھا لباس پہننے کا حکم دیتا ہے تو تمہاری نیکی، تمہارا تقوٰی اور تمہارا زہد یہی ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ لباس پہنو اور اگر امام تم کو پھٹے پُرانے کپڑے پہننے کا حکم دیتا ہے تو تمہاری نیکی، تمہارا تقویٰ اور تمہارا دینی عیش یہی ہے کہ تم پھٹے پرانے کپڑے پہنو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ کشفی حالت میں ایک شخص کے ہاتھ میں کسرٰی کے سونے کے کنگن دیکھے۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور اسلامی فوجوں کے مقابلہ

میں کسریٰ کو شکست ہوئی تو غنیمت کے اموال میں کسریٰ کے سونے کے کنگن بھی آئے۔ حضرت عمرؓ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا تمہیں یاد ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ تمہیں کہا تھا کہ مَیں تمہارے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ اس نے عرض کیا ہاں یاد ہے۔ آپ نے فرمایا تو لو یہ کسریٰ کے سونے کے کنگن اور انہیں اپنے ہاتھوں میں پہنو۔ اس نے اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے اور کہا عمر! آپ مجھے اس بات کا حکم دیتے ہیں جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔ شریعت کہتی ہے کہ مردوں کے لیے سونا پہننا جائز نہیں اور آپ مجھے یہ حکم دے رہے ہیں کہ مَیں کسریٰ کے سونے کے کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنوں۔ حضرت عمرؓ جس طبیعت کے تھے وہ سب کو معلوم ہے۔ آپ اُسی وقت کھڑے ہو گئے کوڑا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا خدا کی قسم! اگر تم یہ سونے کے کنگن نہیں پہنو گے تو مَیں کوڑے مار مار کر تمہاری کمر اُدھیڑ دوں گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا وہی مَیں پورا کروں گا اور تمہارے ہاتھوں میں مَیں سونے کے کنگن پہنا کر رہوں گا۔7 تو درحقیقت یہی نیکی اور یہی حقیقی ایمان ہے کہ انسان وہی طریق اختیار کرے جس طریق کے اختیار کرنے کا امام اُسے حکم دے۔ وہ اگر اسے کھڑا ہونے کے لیے کہے تو کھڑا ہو جائے اور اگر ساری رات بیٹھنے کے لیے کہے تو وہ بیٹھ جائے اور یہی سمجھے کہ میری ساری نیکی یہی ہے کہ مَیں امام کے حکم کے ماتحت بیٹھا رہوں۔ پس جماعت میں یہ احساس پیدا ہونا چاہیے کہ نیکی کا معیار یہی ہے کہ امام کی کامل اطاعت کی جائے۔ امام اگر کسی کو مدرس مقرر کرتا ہے تو اس کی تبلیغ یہی ہے کہ وہ لڑکوں کو عمدگی سے تعلیم دے۔ امام اگر کسی کو ڈاکٹر مقرر کر کے بھیجتا ہے تو اس کی تبلیغ یہی ہے کہ وہ لوگوں کا عمدگی سے علاج کرے۔ امام اگر کسی کو زراعت کے لیے بھیج دیتا ہے تو اس کی تبلیغ یہی ہے کہ وہ زمین کی عمدگی سے نگرانی کرے اور امام اگر کسی کو صفائی کے کام پر مقرر کر دیتا ہے تو اس کی تبلیغ یہی ہے کہ وہ عمدگی سے صفائی کرے۔ وہ بظاہر جھاڑو دیتا نظر آئے گا، وہ بظاہر صفائی کرتا دکھائی دے گا مگر چونکہ اُس نے امام کے حکم کی تعمیل میں ایسا کیا ہو گا اس لیے اس کا جھاڑو دینا ثواب میں اس مبلغ سے کم نہیں ہو گا جو دلوں کی صفائی کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ وہ زمین پر جھاڑو دے رہا ہو گا لیکن فرشتے اس کی جگہ تبلیغ کر رہے ہوں گے۔ کیونکہ

وہ کہیں گے یہ وہ شخص ہے جس نے نظام میں اپنے لیے ایک چھوٹی سے چھوٹی جگہ پسند کر لی اور امام کے حکم کی اطاعت کی۔ پس ایک نظام کے اندر رہ کر کام کرو اور تمہارا امام جس کام کے لیے تمہیں مقرر کرتا ہے اُس کو کرو کہ تمہارے لیے وہی ثواب کا موجب ہو گا۔ تمہارے لیے وہی کام تمہاری نجات اور تمہاری ترقی کا باعث ہو گا۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ اب خدا تعالیٰ تبلیغ کے لئے نئے نئے رستے کھول رہا ہے۔ اِدھر مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ اب کفر پر حملے کا وقت آ گیا ہے اور اُدھر چاروں طرف ایسے حالات پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء اب اسلام اور احمدیت کو جلد سے جلد دنیا میں پھیلانے کا ہے۔ ایک ملک کا مَیں نے خاص طور پر ذکر کیا تھا کہ وہاں کے ایک ایسے آدمی نے بیعت کر لی ہے جو بہت بڑا رسوخ اور اثر رکھنے والا ہے۔ مَیں نے مصلحتاً کہہ دیا تھا کہ اس ملک کا نام شائع نہ کیا جائے۔ اس کے بعد اب افریقہ سے ہمارے مبلغ مولوی نذیر احمد صاحب کی ایک تازہ چٹھی آئی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ یہاں عیسائیت کے خلاف اور اسلام کی تائید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک زبردست رَو چل پڑی ہے۔ کئی نواب اور رؤساء ہمیں چٹھیاں لکھ رہے ہیں کہ ہمارے پاس جلدی پہنچو اور ہمیں اسلام کی حقیقت بتاؤ۔ مگر ہم صرف دو آدمی ہیں ہر جگہ پہنچ نہیں سکتے لیکن لوگوں کا اصرار روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور بعض تو ایک لمبے عرصے سے ہمیں بلا رہے ہیں۔ مگر پھر بھی ہم آدمیوں کی قلّت کی وجہ سے اُن تک نہیں پہنچ سکے۔ انہوں نے لکھا کہ ڈیڑھ سال سے ایک چیف ہمیں خط لکھ رہا تھا کہ جلدی آؤ اور مجھے اسلام کی حقیقت سمجھاؤ مگر ہم نہ جا سکے۔ اور اب خبر آئی ہے کہ وہ مر گیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری ہم پر ہے کہ وہ اسلام کی تبلیغ کے لیے ہم کو بلاتا رہا مگر ہم نہ جا سکے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ رَو اس تیزی کے ساتھ چل رہی ہے کہ اب ضروری ہے کہ ہندوستان سے 12 مبلغ اِس ملک میں روانہ کیے جائیں۔ بہت سے نواب، رؤساء اور ہزاروں کی تعداد میں عوام اس بات کے منتظر ہیں کہ ہمارے مبلغ اُن کے پاس پہنچیں اور انہیں اسلام کی تبلیغ کریں۔ پس انہوں نے تبلیغ کے لیے 12 آدمیوں کا مطالبہ کیا ہے۔ وہ واقفینِ زندگی جن کو تیار کیا جا رہا ہے ان کے متعلق مَیں بتا چکا ہوں کہ اُن کی علمی میدان میں جماعت کا رعب قائم رکھنے کے لیے

ضرورت ہے۔ پس انہیں اس تعلیم سے فارغ کر کے وہاں تبلیغ کے لیے نہیں بھجوایا جاسکتا۔ لیکن مَیں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور جلد سے جلد اپنی تعلیم مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ سوال قطعاً سنا نہیں جاسکتا کہ تعلیم کا پانچ یا چھ یا سات گھنٹے وقت ہے۔ اگر وہ مسلسل چوبیس گھنٹے پڑھ کر بھی اپنی تعلیم کو جلد سے جلد مکمل کر لیتے ہیں تب بھی انہیں سمجھنا چاہیے کہ انہوں نے پوری قربانی ادا نہیں کی۔ پس اُن سے تو مَیں یہ کہتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اپنی تعلیم کو مکمل کرنے کی کوشش کریں اور جماعت سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ ان کو اس کام سے چونکہ فارغ نہیں کیا جاسکتا اس لیے ضروری ہے کہ جماعت کے اَور نوجوان آگے بڑھیں اور ان اغراض کے لیے اپنے نام پیش کریں۔ اگر زمیندار گریجوایٹ ہمیں مل جائیں تو انہیں زمینوں کی نگرانی کے لیے بھیجا جاسکتا ہے یا ایسے مضبوط نوجوان جو زراعت میں گریجوایٹ تو نہ ہوں لیکن تعلیم یافتہ ہوں اور زمیندارہ کام سے دلچسپی رکھتے ہوں وہ بھی اپنے نام پیش کر سکتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو اکاؤنٹنٹ بنا دیا جائے گا، کسی کو منشی بنا دیا جائے گا اور کسی کو اَور کام سپرد کر دیا جائے گا۔ مگر یاد رکھو زندگی وقف کرنے کے بعد انسان پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ صرف مرتد ہو کر ہی وہ واپس لَوٹ سکتا ہے۔ اس کے بغیر اس کے لیے کوئی صورت نہیں ہو گی۔

یہاں پچھلے دنوں ایک شخص نے غفلت کی۔ اُس نے اپنی زندگی وقف کی ہوئی تھی۔ مگر وقف کے بعد اس نے بدعہدی سے کام لیا جس پر مَیں نے اسے قادیان سے خارج کر دیا اور مَیں نے کہہ دیا کہ صرف جلسہ سالانہ اور مجلس شوریٰ کے دنوں میں دس دن کے لیے وہ قادیان آسکتا ہے۔ ان ایام کے علاوہ اسے قادیان آنے کی اجازت نہیں۔ یہ بھی درحقیقت اس سے نرمی ہی کی گئی ہے ورنہ اصل سزا یہی تھی کہ اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا۔ پس جو شخص بھی آئے اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کا رویہ ایسا قربانی والا ہو کہ وہ سمجھ لے اَب مَیں مر کر ہی اس کام سے ہٹوں گا اس کے علاوہ میرے لیے اور کوئی صورت نہیں۔

جب تک کوئی شخص اس رنگ میں اپنے آپ کو وقف نہیں کرتا اُس وقت تک اس کا وقف اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ بہر حال جماعت میں ایسے ہمت والے لوگ

موجود ہیں اور جبکہ خدا نے یہ کام ہمارے سپرد کیا ہے تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ سَو میں سے ننانوے ایسے ہی لوگ ہوں گے جو اپنی زندگی وقف کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔ پس وہ لوگ اپنے آپ کو پیش کریں جو مضبوط جسم والے ہوں، زمیندارہ کام سے دلچسپی رکھتے ہوں اور محنت اور شوق سے کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس غرض کے لیے اگر ہمیں ایسے گریجوایٹ مل جائیں جنہوں نے زراعت کا امتحان پاس کیا ہو تو ان کو مینیجر اور بعض کو نائب مینیجر بنایا جاسکتا ہے اور جو کم تعلیم یافتہ ہوں ان کو اکاؤنٹنٹ یا منشی وغیرہ بنایا جاسکتا ہے۔

بہرحال ایسے لوگوں کی ہمیں ضرورت ہے۔ کیونکہ یہی وہ سال ہیں جب اجناس کی قیمتیں زیادہ ہیں اور سلسلہ کو مالی لحاظ سے نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ اس طرح ان زمینوں کی آمد سے ایک بھاری ریزروفنڈ قائم کیا جاسکتا ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ہم اپنی ساری زمینیں آزاد کرالیں مگر ابھی تک ساری زمینوں کو آزاد نہیں کرایا جاسکا۔ بہت سی آزاد کرالی گئی ہیں۔ مگر اس میں تین چار لاکھ روپیہ ایسا ہے جو قرض لیا گیا ہے۔ میرا منشاء ہے کہ نہ صرف ہم اپنی تمام زمینیں آزاد کرالیں بلکہ انہی کی آمد سے چار پانچ سال کے عرصہ میں کم سے کم پچیس لاکھ روپیہ کا ایک اَور ریزروفنڈ قائم کرلیں اور یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر کام کرنے والے محنت سے کام کریں، دیانتداری سے کام کریں، اخلاص سے کام کریں تو پچیس لاکھ روپیہ کا مزید ریزروفنڈ قائم ہونا کوئی مشکل بات نہیں۔ پھر اس پچیس لاکھ روپیہ کو نفع پر لگایا جائے تو اس کی آمد سے بعض اور کام کیے جاسکتے ہیں۔ معمولی تجارت پر بھی اگر اس قدر روپیہ لگا دیا جائے تو پچیس لاکھ پر پچھتّر ہزار روپیہ نفع ہو سکتا ہے اور اگر اس روپے کو کسی اعلیٰ کام پر لگایا جائے تو ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ آمد ہو سکتی ہے۔ اس طرح ایک ریزروفنڈ سے آہستہ آہستہ دوسرا ریزروفنڈ قائم ہو سکتا ہے اور دوسرے ریزروفنڈ کی آمد سے تیسرا ریزروفنڈ قائم ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ دو تین کروڑ بلکہ دو تین ارب تک یہ رقم پہنچ سکتی ہے۔ پھر پانچ ہزار ہی نہیں پانچ لاکھ مبلغ اگر ہم رکھنا چاہیں گے تو وہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے رکھ سکیں گے۔ کیونکہ پانچ ہزار مبلغ کافی نہیں۔ چونکہ ہمارا کام جماعت کی تربیت کرنا بھی ہے۔ اس لیے ہمارے مبلغ پانچ لاکھ ہونے چاہییں جن کا ایک حصہ تبلیغ کرے اور دوسرا حصہ تربیت کی طرف توجہ کرے۔ پس ایک تو

یہ بات ہے جس کی طرف مَیں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔

دوسرے مَیں نے بتایا ہے کہ افریقہ سے مطالبہ آیا ہے کہ وہاں بارہ مبلغوں کی ضرورت ہے۔ یہ مطالبہ بھی ایسا ہے جسے پورا کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ کے لاکھوں بندے جو افریقہ کے مختلف حصوں میں رہتے ہیں اِس وقت غلامی میں مبتلا ہیں اور مصلح موعود کے متعلق اللہ تعالیٰ کی جو پیشگوئی ہے اس میں ایک خبر یہ بھی دی گئی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ یہ وہ قومیں ہیں جو حقیقی معنوں میں اسیر ہیں۔ ہزاروں سال سے ان اقوام کو حکومت نہیں ملی اور دوسروں کی غلامی اور ماتحتی میں ہی اپنی زندگی کے دن گزارتی چلی آرہی ہیں۔ آج یہ قومیں ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ آؤ اور ہمیں اسلام سکھاؤ، آؤ اور ہمیں حُریت کا سبق دو۔ خدا نے ہمیں اس کام کے لیے مقرر کیا ہے کہ ہم ان قوموں کو رستگاری بخشیں، ہم ان کی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ دیں۔ اور نہ صرف انہیں ضمیر کی حُریت کا سبق دیں بلکہ ان کی جسمانی ذلت اور ظاہری نکبت کو بھی دور کریں۔ وہ قومیں تعلیم سے عاری ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان میں تعلیم کا سلسلہ جاری کریں اور ان میں عقل اور شعور پیدا کریں، انہیں تمدن اور تہذیب سے رہنا سکھائیں، ان میں تنظیم پیدا کریں اور پھر دین کی محبت اور خدا تعالیٰ کی اطاعت کا مادہ ان میں پیدا کریں۔ دیکھو! وہ کس قدر قربانی کرنے والی قومیں ہیں۔ وہ اتنے جاہل اور تعلیم سے ناآشنا ہونے کے باوجود تمام مشنوں کا خرچ خود برداشت کر رہے ہیں۔ آپ ہی مدرسے چلاتے ہیں، آپ ہی مسجدیں بناتے ہیں، آپ ہی مبلغوں کو مختلف علاقوں میں مقرر کرتے اور ان کے گزارہ کا بندوبست کرتے ہیں۔ ابھی اُن کی تعلیم ایسی نہیں کہ وہ اعلیٰ درجہ کے مبلغ پیدا کر سکیں جو تعلیم یافتہ لوگوں کو مذہب کے متعلق اطمینان دلا سکیں۔ لیکن بہر حال وہ بڑے اخلاص سے تمام کام کر رہے اور اپنے اخراجات خود برداشت کر رہے ہیں۔ اس علاقہ میں کام کرنے کے لیے کچھ عربی اور کچھ انگریزی کا جاننا ضروری ہے۔ ان کو تین چار مہینہ کی ٹریننگ دے کر اس ملک میں تبلیغ کے لیے بھجوا دیا جائے گا۔ وہاں انگریزی میں تبلیغ کرنی ضروری ہوتی ہے۔ گو اعلیٰ درجہ کی انگریزی نہ آئے مگر ٹوٹی پھوٹی انگریزی ضرور آنی چاہیے۔ اسی طرح کسی قدر عربی کا آنا ضروری ہوتا ہے

تاکہ اسلامی مسائل ان کو سمجھائے جاسکیں۔ پس وہ لوگ جن کو کچھ کچھ عربی اور کچھ کچھ انگریزی آتی ہو وہ اس غرض کے لیے اپنے نام پیش کریں تاکہ ان کو فوراً افریقہ میں بھجوایا جاسکے۔ دیکھو وہ لوگ خرچ بھی کس قدر کفایت سے کرتے ہیں۔ ہمارے مبلغ نے لکھا ہے کہ یہاں چالیس روپیہ میں ایک شخص کا گزارہ ہو جاتا ہے اور لکھا ہے کہ اگر چھ مہینے تک جماعت ان 12 مبلغین کا خرچ برداشت کرے تو اس کے بعد مقامی جماعتیں خود اس بوجھ کو اٹھا لیں گی۔ مَیں خداتعالیٰ کے فضل سے چھ مہینے نہیں سال بلکہ دو سال تک بھی ان کے گزارہ کا انتظام کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد وہاں کی جماعتیں ان کے اخراجات کا بوجھ خود برداشت کر سکتی ہیں۔ بہرحال افریقہ کے ہزاروں لوگ ہمیں پکار رہے ہیں کہ ہم اسلام کی تبلیغ کے لیے اُن کے پاس پہنچیں۔ **سیرالیون جس کا صدر مقام فری ٹاؤن ہے ایک نہایت ہی اہم مقام ہے۔ اگر اسلام وہاں سُرعت کے ساتھ پھیل جائے تو تمام افریقہ پر اس کا اثر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح گولڈ کوسٹ اور نائیجیریا میں اسلام پھیل جائے تو قریباً تمام مغربی افریقہ فتح ہو جاتا ہے۔** وہاں کی ساری آبادی ایک کروڑ ہے اور یہ ایک کروڑ افراد اگر خدا چاہے تو چند سالوں میں ہی احمدی ہو سکتے ہیں اور یہ اتنی بڑی تعداد ہے جو ہماری موجودہ حالت کے لحاظ سے ایک غیر معمولی تعداد ہوگی۔

پس مَیں آج کے خطبہ میں جماعت کے دوستوں کے سامنے یہ دو تحریکیں پیش کرتا ہوں۔ مَیں زیادہ تر وقفِ زندگی کی تحریک کرنے کے لیے ہی آیا تھا اور یہی وہ امر تھا جس کے لیے میں بیماری کی حالت میں اٹھ کر چلا آیا۔ مَیں کہہ نہیں سکتا کہ اِس وقت مجھے بخار ہے یا نہیں۔ کیونکہ بولنے کی وجہ سے مجھے اس کی حِس نہیں رہی۔ لیکن منہ کا ذائقہ خراب ہے جس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ شاید بخار ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری جماعت کے افراد کو ایسی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں اور ان میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ زندگی وہی ہے جو دین کے لیے قربان ہو جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ سے پوچھا کہ تم کو وہ مال پسند ہے جو تمہارے کسی رشتہ دار کے ہاتھ میں ہو یا تم کو وہ مال پسند ہے جو تمہارے اپنے ہاتھ میں ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون

ایسا شخص ہو سکتا ہے جو اس بات کو پسند نہ کرے کہ مال اس کے اپنے ہاتھ میں ہو۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ اُس کا مال اُس کے قبضہ میں ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر سُن لو۔ وہ مال جو تم خدا کے لیے خرچ کرتے ہو وہ تمہارا ہے اور وہ مال جو تم خدا کے لیے خرچ نہیں کرتے وہ تمہارے رشتہ داروں کا ہے۔ تم مر جاؤ گے تو تمہارے رشتہ دار آئیں گے اور اُس مال پر قبضہ کر کے لے جائیں گے۔**8** پس یاد رکھو! وہ زندگی جو تم خدا کے لیے خرچ کرتے ہو وہی تمہاری زندگی ہے۔ لیکن وہ زندگی جو تم اپنے نفس کے لیے خرچ کرتے ہو وہ ضائع چلی گئی۔ جو شخص خدا کے لیے اپنی زندگی قربان کرتا ہے وہ چاہے کتنی ہی گمنامی کی زندگی بسر کرے، چاہے دنیا میں اُسے کوئی شخص نہ جانتا ہو آسمان پر خدا اُس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا اور اُس کو اپنے قرب میں عزت واحترام کی جگہ دیتا ہے۔ پس مت خیال کرو کہ دین کے لیے اپنی زندگی قربان کرنا زندگی کو ضائع کرنا ہے۔ یہ زندگی کو ضائع کرنا نہیں بلکہ اُسے ایک قیمتی اور ہمیشہ کے لیے قائم رہنے والی چیز بنانا ہے۔

صحابہؓ کو دیکھو۔ انہوں نے اپنی زندگیاں دین کے لیے قربان کر دیں۔ مگر پھر ایک ایسا وقت آیا جب اسلام یورپ سے لے کر ایشیا تک پھیل گیا۔ اُس وقت امراء ہی نہیں اسلام کے علماء بھی کروڑپتی بن چکے تھے۔ مگر پھر انہی امراء اور انہی علماء نے مل کر ایک ایک صحابیؓ کا پتہ لگایا اور اس کے حالات کو کتابوں میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ عورت جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی اُس کا بھی انہوں نے پتہ لگایا اور اُس کے حالاتِ زندگی انہوں نے کتابوں میں درج کر دیئے۔ کیا تم سمجھتے ہو اگر وہ عورت مدینہ کی بڑی بھاری تاجر ہوتی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحابیت کا شرف اُسے حاصل نہ ہوتا تو یہ عزت اُسے حاصل ہو سکتی؟ اگر وہ کروڑپتی ہوتی تب بھی کوئی شخص اُس کے حالات سے دلچسپی نہ رکھتا اور آج کسی کو معلوم تک نہ ہوتا کہ مدینہ میں کوئی کروڑپتی عورت تھی۔ لیکن تیرہ سو سال کے بعد آج بھی اُس جھاڑو دینے والی عورت کے حالات ہمیں کتابوں میں نظر آرہے ہیں۔ جب وہ مر گئی تو ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا حال لوگوں سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا یارسولَ اللہ! فلاں؟ وہ عورت تو

مر گئی اور ہم نے اُسے دفن کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ بتایا؟ تمہیں چاہیے تھا کہ تم مجھے بتاتے تا کہ مَیں اس کے جنازہ میں شریک ہو سکتا۔9 تو وہ لوگ جو دین کی خدمت کرتے ہیں دنیا میں ہمیشہ کے لیے ان کی عزتیں قائم کر دی جاتی ہیں۔ بے شک یہ کہنا کہ مجھے عزت ملنی چاہیے شرم کی بات ہے۔ مومن ایسا مطالبہ نہیں کیا کرتا۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی عزت دنیا میں ضرور قائم کی جاتی ہے۔ مومن کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ شبلی سے کسی نے پوچھا آپ اپنی عاقبت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے کیا امید رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا مَیں تو خدا سے یہی کہوں گا کہ خدایا! تُو بے شک مجھے دوزخ میں ڈال دے مگر مجھ سے راضی ہو جا۔ حضرت جنیدؒ کہنے لگے۔ شبلی ابھی بچہ ہے۔ اگر خدا مجھے کہے کہ جنید! تم کیا چاہتے ہو؟ تو مَیں اُسے یہ کہوں کہ خدایا! جس میں تیری رضا ہے۔ اگر تُو جنت میں لے جانا چاہتا ہے تو جنت میں لے جا اور اگر تُو دوزخ میں داخل کرنا چاہتا ہے تو دوزخ میں داخل کر دے۔10 اب دیکھو دوزخ کا خیال کر کے بھی انسان کانپ اٹھتا ہے اور ایک منٹ کے لیے بھی دوزخ کے عذاب کو برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بزرگ بندے بڑی بڑی قربانیاں کرنے کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ خدایا! اگر تُو اسی طرح راضی ہونا چاہتا ہے تو بے شک دوزخ میں ڈال دے۔ حالانکہ دوزخ وہ چیز ہے جس کا خیال کر کے بھی انسان کانپ جاتا ہے۔ تو دنیا کا دوزخ کچھ چیز نہیں اور کوئی قربانی ایسی نہیں جس کا کرنا خدا اور اس کے دین کے لیے ایک مومن انسان کے لیے دوبھر ہو۔

ایک بزرگ تھے۔ اُن سے ایک دفعہ کسی علاقہ کے پانچ سو آدمی ملنے کے لیے گئے۔ جب زیارت کر چکے تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ آپ ہمیں کوئی ہدایت دیں تا کہ ہم اُس پر عمل کریں۔ وہ بزرگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا مَیں نے سنا ہے ہندوستان میں ابھی اسلام پورے طور پر نہیں پھیلا اور وہ لوگ اس بات کے لیے بیتاب ہیں کہ مسلمان آئیں اور انہیں اپنے مذہب کی تعلیم سے آگاہ کریں۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ ہندوستان چلے جائیں اور وہاں اسلام کی تبلیغ کریں۔ وہ پانچ سو آدمی اُسی وقت وہاں سے اُٹھے اور ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ اپنے گھر بھی نہیں گئے اور سیدھے ہندوستان میں تبلیغ کرنے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ یہی وہ قربانیاں تھیں جن کی وجہ سے آج ہمیں اپنے اندر اسلام نظر آ رہا ہے۔ اگر ہمارے باپ دادا سُست

ہوتے اور وہ اسلام کی تبلیغ کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دلیری سے کرنے کے لیے تیار نہ رہتے تو کبھی اسلام ہم تک نہ پہنچتا۔ انہوں نے قربانی کی اور ہم تک اسلام پہنچا۔ اب ہم قربانی کریں گے تو باقی دنیا تک اسلام پہنچ جائے گا۔ پس یہ ہمارا کام ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کام کو کریں اور چونکہ یہ کام درحقیقت خدا کا ہی ہے اس لیے ہم امید رکھتے ہیں کہ خدا ہمیں توفیق دے گا کہ ہم ایسا کریں۔ قادیان کے دوستوں کو اس خطبہ کے ذریعہ یہ تحریک پہنچ گئی ہے اور باہر کے دوستوں کو جب یہ خطبہ اخبار میں شائع ہو گا تو پہنچ جائے گی۔ مَیں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد ان تحریکوں کے لیے اپنے نام پیش کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔

اے خدا! جب تُو نے مجھے اس کام پر مقرر کیا ہے تو میرے الفاظ میں برکت بھی دے اور میرے ہر کام کے لیے اپنی وحی کے ساتھ آدمی بھجوا اور پھر ان کی دنیا اور عاقبت کا محافظ ہو جا۔ اٰمِیْن"۔ (الفضل 7/ اپریل 1944ء)

---

1 : تذکرہ صفحہ 10 ایڈیشن چہارم

2 :الاحزاب:47

3 :تذکرہ صفحہ 177، 178۔ ایڈیشن چہارم

4 :الفضل 24 جنوری 1935ء خطبہ فرمودہ 11 جنوری 1935ء

5 :ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی المرأة والعبد يحذيان فی الغنيمة

6 :بخاری کتاب الجهاد باب يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِ الْاِمَامِ وَيُتَّقٰى بِهٖ

7 :اسد الغابہ ذکر سراقه بن مالك۔ الجزء الثانی صفحہ 281 دارالمعرفۃ بیروت لبنان 2001ء (مفہومًا)

8 :سنن نسائی کتاب الوصايا باب الكراهية فی تاخير الوصية

9 :بخاری کتاب الصلوٰة باب كَنْسِ الْمَسجِدِ وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذٰى وَالْعِيْدَانِ

10 :تذکرۃ الاولیاء حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ (اردو ترجمہ) صفحہ 225 ذکر حضرت جنیدؒ بغدادی تعلیمی پریس کشمیری بازار لاہور